ششماہی علوم القرآن، علی گڑھ، ۳۰/۲ جولائی - دسمبر ۲۰۱۵ء

سود کے خلاف جدو جہد کی ضرورت مذہبی کتابوں کے حوالے سے

عبدالعظیم اصلاحی

تمام معاشی برائیوں میں ربا یا سود کے نتائجِ بد معیشت کے لئے سب سے زیادہ سنگین اور تباہ کن ہوتے ہیں۔ سود کا عمل صرف ایک مذہبی حکم کی خلاف ورزی اور اخلاقی برائی نہیں ہے بلکہ اس کی کوکھ سے بہت سی سماجی و معاشی برائیاں جنم لیتی ہیں مثلاً ظلم و استحصال، بے رحمی و بے مروتی، افراط زر، تقسیم دولت میں ناہمواری اور اقتصادی بحران وغیرہ۔ بڑے اور ترقی یافتہ ملکوں کے زیر اہتمام کام کرنے والے بین الاقوامی مالی ادارے ''آسان شرطوں'' پر ''امداد'' کے نام پر سودی قرضے فراہم کر کے ترقی پذیر اور کمزور ملکوں کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی اور ان کے عالمی تعلقات کو اپنے مفاد میں کنٹرول کرتے ہیں۔ اس وقت دنیا کی بیشتر آبادی قرضوں کے بوجھ تلے جی رہی ہے۔ لاطینی امریکہ میں پیدا ہونے والا ہر متنفس ۱۶۰۰ ڈالر کے قرضے کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔ افریقہ جنوب صحرا (Sub Sahara) کے ممالک میں ہر حمل کے سر ۳۳۶ ڈالر کا قرضہ پہلے سے موجود ہوتا ہے حالاں کہ سود کی شکل میں ان کے آباء و اجداد ان قرضوں کو بہت پہلے ادا کر چکے ہیں۔ اسی طرح سن ۱۹۸۰ء تک جنوب افریقہ کے ممالک کے ذمہ ۵۶۷ بلین ڈالر کا قرضہ تھا جب کہ اس وقت تک وہ سود میں ۳۴۵۰ بلین ڈالر ادا کر چکے تھے۔ سن ۲۰۰۰ء تک وہ اصل رقم کا چھ گنا دے چکے تھے مگر پھر بھی ان کے ذمہ ۲۰۷۰ بلین ڈالر باقی تھا۔ یہ تو بڑے قرض داروں کا حال ہے۔ چھوٹے ساہوکاروں کے ظلم اور ان کے قرض داروں کی حالت زار سے افسانے بھرے پڑے ہیں۔

قرآن کریم میں سود کے مرتکبین کے خلاف اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے اعلان جنگ کیا گیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

فَإِن لَّمْ تَفْعَلُواْ فَأْذَنُواْ بِحَرْبٍ مِّنَ اللّهِ وَرَسُولِهِ وَإِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُؤُوسُ أَمْوَالِكُمْ لاَ تَظْلِمُونَ وَلاَ تُظْلَمُونَ (البقرہ:۲/۲۷۹)

پس اگر تم (سود سے) باز نہ آؤ تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کے لیے تیار رہو۔ اور اگر تم اس سے توبہ کرلو تو تمہارے لیے تمہارا اصل سرمایہ ہے۔ نہ تم ظلم کرو نہ تم پر کوئی ظلم کیا جائے

ظاہر ہے کتاب الٰہی میں جس برائی کے مرتکبین کے خلاف اعلان جنگ کیا گیا ہو اس کی ممانعت کا سبھی آسمانی کتابوں میں پایا جانا عین قرین قیاس ہے۔ پیش نظر مضمون میں ربا سے متعلق قرآنی احکام کی وضاحت کے بعد اس برائی سے متعلق بعض دیگر مذہبی کتابوں میں موجود احکام کا جائزہ لے کر یہ موقف واضح کیا گیا ہے کہ یہ تعلیمات اس برائی کے خلاف متحد پلیٹ فارم بنانے میں بنیاد ثابت ہوسکتی ہیں۔ بعض حکماء وفلاسفہ کی آراء نیز ماہرینِ معاشیات کے مثبت نتائج فکر ذکر کرنے سے یہ مقصود ہے کہ اس جدوجہد میں ان کو بھی شامل کیا جاسکتا ہے اور سیکولر ذہنوں کو مطمئن کرنے میں ان سے مدد لی جاسکتی ہے۔

قرآن مجید میں سود کی ممانعت

سود کی مذمت وممانعت جس شدومد کے ساتھ قرآن میں آئی ہے شاید ہی کسی اور مذہبی کتاب میں پائی جاتی ہو۔ سود سے متعلق قرآنی آیات بہت واضح، صریح اور قطعی ہیں۔ سود کیا ہے؟ یہ ہر زمانہ اور ہر قوم میں معلوم ومعروف رہا ہے مگر ستم ظریفی یہ ہے کہ ایک مختلف فیہ قول کا سہارا لے کر عہد حاضر کے بعض حیلہ جو مصنفین نے یہ تک دعوی کردیا ہے کہ اسلام میں سود کی کوئی تعریف وتفسیر ہی نہیں ہے[۲]۔

مصحفی ترتیب کے مطابق قرآن مجید میں سب سے پہلے سورۃ البقرہ میں سود کی ممانعت کا حکم مذکور ہے۔ اس میں فرمایا کہ جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ بالکل ایسے شخص کی طرح اٹھیں گے جسے شیطان نے چھوکر باولا کردیا ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے پاگل

پن کا اظہار کرتے ہوئے خرید وفرخت کو جس میں فریقین کا فائدہ ہوتا ہے ربا کے مانند قرار دے دیا جو کہ ایک فریق کے استحصال پر منتج ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال اور ربا کو حرام قرار دیا ہے[۳]۔

اسی طرح سورہ آل عمران میں سودخوری سے منع فرمایا جس کا مزاج ہی یہ ہے کہ وہ دوگنا چوگنا ہوتا رہتا ہے[۴]۔ اللہ کے خوف سے سود سے پرہیز کرنے والوں کے لیے کامیابی اور فلاح کا وعدہ فرمایا اور سودخوری کے انجام آتش جہنم سے خبردار کیا جو اس طرح کے ناشکروں کے لیے تیار کی گئی ہے (آل عمران: ۳/۳۰-۳۱)۔

سود جس کا قرآن کریم میں اس شناعت کے ساتھ ذکر ہے اس کی تحریم صرف امت محمدیہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ خود قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود پر سود حرام تھا جس کی حکم عدولی انہوں نے کی اور جس کے نتیجہ میں انہیں ذلت ورسوائی سے دوچار ہونا پڑا (المائدہ: ۵/۶۱) اور جو سود اہل کتاب کے یہاں حرام تھا وہی اسلام میں بھی حرام ہے۔ ہم ذیل میں اہل کتاب کے صحیفوں میں سود سے متعلق احکام کا جائزہ لیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ ربا مکی دور سے حرام رہا ہے جیسا کہ احادیث معراج سے معلوم ہوتا ہے[۵]۔ سورۃ الروم مکہ میں نازل ہوئی جس میں وارد ہے:

وَمَـا آتَيْتُـم مِّـن رِّبـاً لِّيَرْبُوَ فِيْ	جو ربا بھی تم دیتے ہو کہ اس سے لوگوں
أَمْوَالِ النَّاسِ فَلا يَرْبُو عِندَ اللّٰهِ	کے مال میں اضافہ ہو تو اللہ کے نزدیک
(الروم: ۳۰/۳۹)	اس سے کوئی اضافہ نہیں ہوتا

سورۃ المدثر مکی دور کی ابتدائی سورتوں میں ہے اس کی آیت ۶/ لَاتَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ یعنی ''کسی پر احسان نہ کرو اس سے زیادہ کی طلب میں'' سے بعض مفسرین نے تحریم سود مراد لیا ہے[۶]۔

سود سے متعلق قرآن کریم کے مذکورہ بالا احکام سے معلوم ہوا کہ اسلام میں سود حتمی اور قطعی طور پر حرام ہے۔ سودی معاملہ ایک ظلم ہے جس سے قرآن نے منع کیا ہے۔ قرآن تجارت اور سود کی مشابہت کو رد کرتا ہے۔ علامہ ابن تیمیہ نے سود کی ممانعت کے

معاملہ میں اہل اسلام کے درمیان اجماع کی صراحت کی ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ یہ باطل طریقے سے ایک دوسرے کے مال کھانے کا طریقہ ہے جو تمام سودی معاملات میں پایا جاتا ہے۔ے

کیا پیداواری وغیر پیداواری قرضوں کے سود کے درمیان اسلام نے کوئی فرق کیا ہے؟

عصر حاضر کے کچھ نام نہاد دانشوروں نے بعض قوموں کی موشگافیوں سے متاثر ہوکر پیداواری وغیر پیداواری قرضوں کے سود کے درمیان فرق کرنے کی کوشش کی ہے۔ حالاں کہ اگر اس طرح کا کوئی فرق ہوتا تو کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ضرور اس کی صراحت ہوتی کیوں کہ قرآن ایسی قوم کے درمیان نازل ہوا جو عام طور پر تجارت پیشہ تھی اور جس کے قرضے تجارتی اغراض کے لیے بھی ہوتے تھے۔ فضل الرحمٰن گنوری نے اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے اور دلائل سے ثابت کیا ہے کہ عرب جاہلیت اور ابتدائے اسلام میں مکہ اور طائف کے لوگوں کے درمیان پیداواری وتجارتی مقاصد کے لیے قرضوں کا رواج تھا۔ اس لیے ان لوگوں کا خیال غلط ہے جو یہ کہتے ہیں کہ دورِ اول میں قرضے حاجت براری کے لئے لیے جاتے تھے یا یہ کہ پیداواری قرضے دور حاضر کے مظاہر میں سے ہیں اس لیے ان کا حکم جدا ہونا چاہیے۔۸

تمام ہی علماء سلف اس بات کے قائل رہے ہیں کہ اسلام میں پیداواری وغیر پیداواری یا تجارتی وغیر تجارتی قرضوں کے سود کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، ہر دو طرح کے قرضوں پر طلب کی جانے والی اضافی رقم ربا یا سود ہے۔

علامہ حمید الدین فراہیؒ نے خود قرآنی آیات کے الفاظ سے یہ استدلال کیا ہے کہ دور اول میں زیادہ تر قرض خواہ تونگر واہل ثروت ہوا کرتے تھے۔ آیت ''وَإِن كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ وَأَن تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ'' (البقرہ:۲۸۰/۲) کی تفسیر میں آپ فرماتے ہیں:

یلوح من هذه الکلمات انهم کانوا یأخذون الربا من ذی

میسرة والقریش کانت تجارا واصحاب الربا فلا اری فرقا
بین حالهم و حال ابناء زماننا فی الربا۔ واللہ اعلم ۹۔
(ان الفاظ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ تونگروں سے سود لیا کرتے تھے۔
قریش تجارت پیشہ قوم تھی اور سودی معاملات کرتے تھے۔ اس لیے
میں نہیں سمجھتا کہ ربا کے معاملہ میں اس وقت کے حالات اور ہمارے
زمانہ کے لوگوں کے حالات میں کوئی فرق ہے)۔

اس معنی کی وضاحت مولانا فراہی کے شاگرد مولانا امین احسن اصلاحی نے بڑی تفصیل سے کی ہے۔ مولانا کا استدلال یہ ہے کہ عربی زبان میں ''إن'' کا استعمال عام اور عادی حالات کے لیے نہیں ہوتا بلکہ بالعموم نادر اور شاذ حالات کے بیان کے لیے ہوتا ہے۔ عام حالات کے بیان کے لیے عربی میں ''إذا'' ہے۔ اس روشنی میں غور کیجئے تو آیت کے الفاظ سے یہ بات صاف نکلتی ہے کہ اس زمانہ میں عام طور پر قرض دار ذو میسرہ (خوش حال) ہوتے تھے۔ لیکن گاہ گاہ ایسی صورت بھی پیدا ہو جاتی تھی کہ قرض دار غریب ہو یا قرض لینے کے بعد غریب ہو گیا ہو تو اس کے ساتھ رعایت کی ہدایت فرمائی'' ۱۰۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ زمانۂ قدیم سے مسلمان علماء نہ صرف یہ کہ ہر دو طرح کے قرضوں سے واقف تھے بلکہ ان کے غیر محمود نتائج سے بھی آگاہ تھے۔ امام فخر الدین رازی نے تجارتی سود کو بجا قرار دینے کی ذہنیت پر سخت تنقید کی ہے۔ اس طرح کے قرضوں کا تجزیہ کرتے ہوئے وہ فرماتے ہیں:

''رہی یہ بات کہ اس کا امکان ہے کہ قرض دہندہ نے اپنی رقم کی
سرمایہ کاری کی ہوتی اور اس سے نفع کمایا ہوتا تو یہ ایک امر موہوم
ہے۔ اس بات کا امکان ہے کہ نفع ہو یا نہ ہو (بلکہ خسارہ ہو جائے)۔
اب صرف اس امکان کی بنیاد پر قرض دی گئی رقم پر ایک متعین اور
طے شدہ اضافی رقم کا مطالبہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ یہ تو ظلم و ناانصافی
ہے کہ ایک وہمی و امکانی بنیاد پر ایک یقینی و لازمی چیز کا مطالبہ ہو ۱۱۔

امام رازی کی رائے میں اس طرح کی اجازت کا ایک غلط معاشی اثر یہ ہوگا کہ ''یہ چیز اہل سرمایہ کو صنعت وحرفت اور تجارت وزراعت کے خطرات کے جوکھم میں پڑنے سے روکے گی۔ اور وہ قرض دے کر یقینی و طے شدہ نفع کمانے کو ترجیح دیں گے حالاں کہ معاشی ترقی وفلاح اس کے بغیر ممکن نہیں ہے'' ۱۲۔

سود کے احکام عہد نامہ قدیم میں

سود سے متعلق قرآنی احکام وتعلیمات کا جائزہ لینے کے بعد دنیا کی بعض دیگر مذہبی کتابوں کے حوالے سے سود کے احکام کا مطالعہ پیش کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے توریت پر نظر کرتے ہیں۔ عہد نامہ قدیم کے باب لاوبین یا احبار ۲۵، ۲۶: ۳۷ میں مذکور ہے:

''اور اگر تیرا بھائی مفلس ہو جائے اور وہ تیرے سامنے تنگ دست ہو تو اسے سنبھالنا، وہ پردیسی اور مسافر کی طرح تیرے ساتھ رہے تو اس سے سود یا نفع مت لینا اپنے خداوند کا خوف رکھنا تا کہ تیرا بھائی تیرے ساتھ زندگی بسر کر سکے تو اپنا روپیہ اسے سود پر مت دینا اور اپنا کھانا بھی اسے نفع کے خیال سے نہ دینا ۱۳۔

اسی طرح باب خروج ۲۲-۲۵ میں ہے:

''اگر تو میرے لوگوں میں سے کسی محتاج کو جو تیرے پاس رہتا ہو کچھ قرض دے تو اس سے قرض خواہ کی طرح سلوک نہ کرنا اور نہ اس سے سود لینا'' ۱۴۔

عہد نامہ قدیم کے باب استثناء ۲۰-۱۹: ۲۲ میں بھی اسی طرح کی تعلیم ہے:

''تو اپنے بھائی کو سود پر قرض نہ دینا خواہ وہ روپے کا سود ہو یا اناج کا سود یا کسی ایسی چیز کا سود ہو جو بیاج پر دی جاتی ہے تو پردیسی کو سود پر قرض دے تو دے، اپنے بھائی کو سود پر قرض نہ دینا تا کہ خداوند تیرا اس ملک میں جس پر تو قبضہ کرنے جا رہا ہے تیرے سب کاموں میں جن کو تو ہاتھ لگائے برکت دے'' ۱۵۔

زبور ۵:۱۵ میں ہے:

''اے خداوند تیرے خیمہ میں کون رہے گا؟ تیرے کوہ مقدس پر کون سکون اختیار کرے گا؟ وہ جو اپنا روپیہ سود پر نہیں دیتا اور بے گناہ کے خلاف رشوت نہیں لیتا۔ ایسے کام کرنے والا کبھی جنبش نہ کھائے گا[۱۶]۔

حزقی ایل میں آیا ہے:

''غریب سے دست بردار ہو اور سود پر لین دین نہ کرے۔ پر میرے احکام پر عمل کرے اور میرے آئین پر چلے......[۱۷]۔

توریت کے مذکورہ بالا احکام پر تبصرہ کرتے ہوئے عربی دائرۃ المعارف کے مؤلف رقم طراز ہیں:

''شریعت موسوی میں یہودیوں کو غریبوں سے سود لینے سے منع کیا گیا تھا خواہ وہ کوئی اجنبی ہی کیوں نہ ہو، پھر اس ضمانت کو یہودیوں سے سود لینے تک محدود کر دیا گیا خواہ وہ مالدار کیوں نہ ہو۔ انہیں حکم ہوا تھا کہ وہ غریبوں کو قرض دیں تاکہ انہیں قید فقر و فاقہ سے نجات حاصل ہو سکے۔ اور انہیں سخت انتباہ دیا گیا تھا کہ کسی حیلہ وحوالہ سے سود نہ لیں .....لیکن جب بازار میں وسعت ہوئی اور کاروبار میں ترقی آئی تو سود لینا اور رہن پر قرض دینا ان کے اندر بالکل عام ہو گیا۔ البتہ خود اپنے یہودی بھائیوں سے بھی سود لینے کا جواز ان کے یہاں بہت بعد میں ہوا''[۱۸]۔

مذکورہ بالا سطور سے واضح ہے کہ قرآن کے علاوہ خود یہودی مآخذ سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کے یہاں سود کی سخت ممانعت تھی مگر جیسا کہ قرآن کے بیان سے معلوم ہے اس میں انہوں نے کافی ردوبدل کیا اور اس کی خلاف ورزی کی۔ ان سب کے باوجود اب بھی اگر ان تعلیمات پر غور کیا جائے تو واضح ہوگا کہ توریت کی بنیادی تعلیم میں ہر طرح کے سود سے ممانعت ہے۔

انجیل میں سود کا تذکرہ

انجیل یا عہد نامۂ جدید میں سود سے متعلق کوئی حکم ملنا مشکل ہے۔ اس کی وجہ یہ

ہوسکتی ہے کہ حضرت مسیحؑ کوئی نئی شریعت لے کر نہیں آئے تھے بلکہ توریت کی اصل تعلیمات ہی کو جاری وساری کرنے آئے تھے۔ عہد نامۂ جدید میں مسیحؑ کا قول ہے کہ بغیر کسی بدلہ کی امید رکھے ہوئے قرض دو۔ لوقا ۶:۳۵ میں ہے: اور اگر تم ان کو قرض دو جن سے وصول ہونے کی امید رکھتے ہو تو تمہارا کیا احسان ہے؟ گنہگار بھی گنہگار کو قرض دیتے ہیں تاکہ پھر وصول کرلیں ۱۹۔ اس سے یہ واضح ہے کہ سود خوری مسیحیت کی روح کے منافی ہے۔

شروع کے مسیحی کلیسا نے سود کے خلاف نہایت سخت رویہ اپنایا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ادھار پر روپے دینے کا کاروبار کرنے والوں کو معبد سے نکلوا دیا تھا۔ عیسائی پادریوں نے سود سے متعلق عہد نامہ قدیم میں پائی جانے والی تعلیمات کو از سرِنو زندہ کیا۔ ان نصوص کی بنیاد پر چوتھی صدی کے کیتھولک چرچ پادریوں کے گروہ نے Clergy کو سودی کاروبار کرنے سے منع کردیا۔ پھر اسی حکم کو ایک صدی بعد عام آدمی (Laity) پر بھی لاگو کردیا گیا۔ آٹھویں صدی عیسوی میں شارلیمان (Charlemagne) کے حکم کے تحت ربا کو ایک قابل تعزیر جرم قرار دیا گیا۔ سود کے خلاف جنگ سن ۱۳۱۱ء میں اپنی انتہا کو پہنچ گئی جب کہ پوپ کلیمنٹ پنجم نے ہر طرح کے سودی کاروبار پر مکمل پابندی عائد کردی اور سود کے حق میں دی جانے والی ہر طرح کی دلیلوں کو خارج کردیا ۲۰۔

یہ بات کہ سود ایک ظلم ہے، مسیحی اہل مدرسہ نے بہت تاخیر سے بارہویں صدی عیسوی میں بیان کیا، جس کو عیسائی معاشیات کے ایک مصنف اوبرائن (O'brien) نے بہت بڑا انکشاف قرار دیا ہے۔ اس کے مطابق ''الکشر نڈر سوم (وفات ۱۱۸۱ء) سود کے گہرے مطالعہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ سود ایک ظلم کا ارتکاب ہے۔ سود میں اصلاً ظلم اور ناانصافی پائے جانے کا اعتراف اس موضوع پر مطالعہ کی تاریخ میں ایک اہم موڑ ثابت ہوا اور الکشر نڈر سوم اس کا مستحق ہے کہ سود کے علمی مطالعہ میں اس کو سفر مینا سمجھا جائے ۲۱۔

اس بات سے ہم سب واقف ہیں کہ قرآن نے شروع ہی میں سودی لین دین کو ایک ظلم قرار دے دیا تھا۔ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ (البقرہ: ۲/۲۷۹) بعد کے عہد میں

خود کلیسا کے صاحب سرمایہ بننے اور تجارت کے فروغ سے یوژری(usury) اور انٹرسٹ (interest) میں فرق کی بحث شروع ہوئی جس میں بالآخر انٹرسٹ کو یوزری سے الگ ایک جائز طریقہ کے طور پر اکثر مسیحی علماء نے تسلیم کرلیا، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ بحث ہمیشہ کے لیے ختم ہوگئی۔ چرچ آف اسکاٹ لینڈ نے سن ۱۹۸۸ء میں سرمایہ کاری اور بینکنگ کی اپنی رپورٹ میں اس بحث کو پھر زور وشور کے ساتھ اٹھایا جس میں کہا گیا ہے کہ ''ہم اس کے قائل ہیں کہ کاروبار یا ذاتی قرضوں پر انٹرسٹ وصول کرنا بجائے خود چرچ کی اخلاقیات سے ہم آہنگ نہیں ہے کیوں کہ یہ طے کرنا بہت مشکل ہے کہ جو انٹرسٹ طلب کیا جارہا ہے وہ مناسب ہے یا بہت زیادہ''۲۲۔

سود کی مخالفت ہندوستانی مذہبی کتابوں میں

ایل سی جین نے اپنی کتاب *Indigenous Banking in India* میں سودی معاملات کی تاریخ تقریباً چار ہزار سال پرانی بتائی ہے۔اوران کے مطابق اس کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی سود کی مخالفت ومذمت کی۔ وہ اقرار کرتے ہیں کہ سارے ہی بڑے مذاہب ہندوازم، بدھ ازم، یہودیت، عیسائیت اور اسلام سود کے مخالف رہے ہیں۲۳۔

قدیم ہندوستان میں سود سے متعلق سب سے پرانا حوالہ وید کے اندر پایا جاتا ہے جس کا زمانہ دو ہزار سے چودہ سو سال قبل مسیح سمجھا جاتا ہے۔ بعد کے ادوار میں سوترا (۷۰۰-۱۰۰ق م) کے اندر اور بدھ مت کے جاتکا (۶۰۰-۴۰۰ ق م) میں سود کا بکثرت ذکر آیا ہے۔ جس میں سود سے متعلق نفرت آمیز بیان پایا جاتا ہے۔ جاتکا میں ہے کہ صرف منافق بھکشو ہی سودی کاروبار کرسکتا ہے۔ وسشتھا (Vasishtha) جو کہ قدیم ہندو مقنن ہے، اس نے خاص طور پر یہ قانون بنایا تھا کہ اعلیٰ ذات کے برہمن اور چھتری سود کا کاروبار نہیں کرسکتے۔ البتہ دوسری صدی عیسوی سے ممنوع سود کی اصطلاح ایک ایسے مشروط معاملہ کے لیے استعمال ہونے لگی جو قانونی شرح سے زیادہ ہو۲۴۔

راقم سطور کو تلاش بسیار کے باوجود کوئی ایسی تحقیق نہیں مل سکی جو ہندوستانی مذہبی کتابوں کے اصلی حوالوں سے سود کی بابت ان کتابوں میں موجود احکام کا علم فراہم کرسکے۔

اس مقالہ نگار کے لیے خود ممکن نہیں ہو سکا کہ اصل مآخذ سے استفادہ کر سکے اور نہ ہی ان کے ترجمے دستیاب ہو سکے، اس لیے اس بحث کے اس خاص پہلو کے لیے اسے ثانوی ذرائع پر اعتماد کرنا پڑا جن میں بہت تسلی بخش تفصیلات نہیں مل سکیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ سود سے متعلق ہندوستانی مذاہب کے موقف اور دھارمک گرنتھوں میں موجود ہدایات سے متعلق موضوع کو کوئی ریسرچ اسکالر اپنی تحقیق کا عنوان بنائے۔ اس سلسلہ میں مذاہب کے تقابلی مطالعہ کے طلباء، نیز دینیات، اسلامیات، معاشیات، ہندی اور سنسکرت کے اہل تحقیق دلچسپی لے سکتے ہیں۔ دوسرے تحقیقی ادارے بھی اپنے اسکالرس کو اس موضوع کی طرف ترغیب کر سکتے ہیں۔

حکماء وفلاسفہ کی تائید

یہاں یہ بات مختصراً عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی کتابوں میں سود کی ممانعت و مذمت (جس کو مذہب مخالف عقل کی گڑھی ہوئی باتیں قرار دیتے ہیں) کی تائید اہل فکر وفلسفہ کے بیانات سے بھی ہوتی ہے۔ رومی مفکرین سیسرو (۱۰۶-۴۳ ق م) اور سینکا (۶۵-۴ ق م) نے سود خوری کی مذمت کرتے ہوئے اسے انسانیت سے عاری عمل قرار دیا ہے۔ ان سے پہلے یونانی فلاسفہ افلاطون اور ارسطو نے بھی بڑے شد و مد کے ساتھ سود لینے کی مخالفت کی ہے، ان کے نزدیک یہ عمل خلاف عدل اور خلاف فطرت ہے کہ غیر بار آور سکہ سے اس سے بڑھ کر رقم حاصل کی جائے [۲۵]۔ ان فلاسفہ نے بھی پیداوری یا غیر پیداوری قرض میں کوئی فرق نہیں کیا ہے کہ اول الذکر پر سود کو جائز اور مؤخر الذکر پر سود کو ناجائز قرار دیں [۲۶]۔

عصر حاضر میں پیداوری اور غیر پیداوری قرضوں پر سود میں فرق پر بحث ایک فیشن بن گئی ہے۔ حالاں کہ انجام کے اعتبار سے دونوں میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ نتائج کے لحاظ سے دونوں یکساں ہیں کیوں کہ پیداوری قرضے کا بار بھی آخر کار عام صارفین ہی پر پڑتا ہے جن کی اکثریت غریب ہوتی ہے۔ نیز کیا یہ مناسب ہے کہ صاحبِ اصل کو اس کے سرمایہ پر طے شدہ فائدہ ملے، جب کہ اس سرمایہ سے کام کرنے والے کو اس سے فائدہ کی کوئی ضمانت نہ ہو؟ کوئی بھی سلیم الفکر اس طرح کی ناانصافی کو جائز نہیں قرار دے گا۔

سود کے منفی اثرات - ماہرین معاشیات کی شہادت

سود کی بہت اونچی شرح جو قانونی اور عام طور پر رائج شرح سے بہت بڑھ کر ہو جس کو معاشیات کی اصطلاح میں یوژری (usury) کہتے ہیں اس کی مخالفت، مذمت اور اس کے استحصالی ہونے میں علماء اخلاقیات کے علاوہ ماہرین معاشیات کے درمیان بھی شاید ہی کوئی اختلاف ہو۔ لیکن سود کی قانونی، اور معمولی شرح جس کو انٹرسٹ (interest) کا نام دیا جاتا ہے اس کی تباہ کاریاں بھی کچھ کم نہیں، اسی لیے بہت سے حقیقت شناس اور سلیم الفکر ماہرین معاشیات نے بھی سود کو معیوب سمجھا ہے اور اس کے نتائج بد سے پردہ اٹھایا ہے۔ جس سے مذہبی کتابوں میں سود کی ممانعت کی تائید وتصدیق ہوتی ہے ۲۷۔

مثلاً مارگریٹ کینڈی جو کہ ہنوور یونی ورسٹی میں پروفیسر رہ چکی ہیں اپنی کتاب (*Interest and Inflation Free Money*, Seva International, Okemos, 1995) میں تحریر کرتی ہیں کہ سود ہمارے سماجی ڈھانچہ میں مثل سرطان ہے۔ انہوں نے سود اور افراط زر سے پاک نظام زر کی پرزور وکالت کی ہے۔ انہوں نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ سن ۱۹۶۸ء سے ۱۹۸۹ء کے درمیان مجموعی قومی پیداوار (GNP) اور اجرتوں میں 400% اضافہ ہوا ہے جب کہ اسی عرصہ میں حکومت کی سود کی ادائیگی 1360% بڑھی ہے جس کی وجہ سے افراط زر میں زبردست اضافہ ہوا ہے ۲۸۔

سرمایہ دارانہ معیشت کا باوائے آدم ایڈم اسمتھ جسے اہل مغرب بابائے معاشیات کا لقب دیتے ہیں۔ اس نے یوژری کی مخالفت کے ساتھ سود کی اعلیٰ حد مقرر کرنے کی وکالت کی ہے ۲۹۔ مشہور ماہر معاشیات جان مینارڈ کینز کی رائے بھی کچھ اسی طرح کی ہے ۳۰۔ جیسل (Gesell) کا سود پر خاص اعتراض یہ ہے کہ یہ معیشت کے عدم استقرار کا سبب بنتا ہے جس کے نتیجہ میں معیشت میں کبھی کساد کبھی بے پناہ نشاط، کبھی گراوٹ کبھی اٹھان کے حالات ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں ۳۱۔ چنانچہ تجارتی چکر (Business Cycle) کا ایک مشہور نظریہ سود کے وجود پر منحصر ہے۔ شیخ محمد احمد کے مطابق سرمایہ دارانہ معیشت میں ایک بڑا مسئلہ بحرانوں کا پیدا ہونا ہے، جس کے پیچھے سود کا عمل کارفرما ہوتا ہے ۳۲۔ حالیہ برسوں

میں مغربی ممالک خاص طور پر امریکہ جس مالیاتی بحران سے دوچار ہوا اور جس کے اثراتِ بد سے دنیا کے بیشتر ممالک محفوظ نہیں رہ سکے اس کی خاص وجہ سودی قرضے رہے ہیں۴۳۔

ہمارے ملک میں سودی قرضوں کا ایک قہر مقروض کسانوں کی خودکشی کی شکل میں برابر دیکھنے کو ملتا ہے مثلاً ۲۳ر جولائی ۲۰۱۵ء کے روزنامہ انقلاب (نئی دہلی رآگرہ رعلی گڑھ) کے ایڈیشن کے صفحہ ۱۱ پر خبر کی سرخی ہے: ''۲۴ گھنٹوں کے دوران کسانوں کی خودکشی کے ۷ واقعات پیش آئے''۔ یہ وہ واقعات ہیں جو رپورٹ ہوئے۔ رپورٹ نہ ہونے والے واقعات کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔ خبر ہے کہ ''گزشتہ برس ملک بھر میں بارہ ہزار سے زائد کسانوں نے خودکشی کی تھی''۔ یہ وہ کسان ہیں جنہوں نے کاشت کے لیے سودی قرضے لیے تھے اور فصلیں خاطر خواہ نہ ہونے کے سبب قرض اور سود کی رقم کی ادائیگی سے اپنے کو عاجز پاکر یہ انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور ہوگئے۔ اگر سودی قرض کے بجائے پیداوار کے نفع ونقصان میں شرکت کی بنیاد پر سرمایہ فراہم ہو تو یہ صورت حال نہ پیدا ہو۔

خلاصۂ کلام

اوپر کے مباحث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں کس شدت کے ساتھ سود کی ممانعت آئی ہے۔ دوسری مذہبی کتابیں بھی سود کی ممانعت ومذمت سے خالی نہیں ہیں۔ سود کی تحریم کوئی ماورائے عقل وفہم شی نہیں ہے۔ حکماء، فلاسفہ اور اہل دانش سبھی اس کے خلاف ہیں۔ سنجیدہ ماہرین معاشیات کے نزدیک بھی سود معیشت کے لیے کوئی مفید چیز نہیں ہے۔ اس کے غیر موافق معاشی اثرات اور واقعات وشواہد اس کے متقاضی ہیں کہ سود کا خاتمہ ہو۔ یہ ساری چیزیں اس بات کے لیے بنیاد فراہم کرتی ہیں کہ سود کے خلاف ایک مشترکہ پلیٹ فارم ہو اور اس برائی کے خاتمہ کے لیے مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان ربط وتعاون ہو۔ اس طرح کی کوششیں جاری ہیں اور ان کے اچھے اثرات بھی مرتب ہو رہے ہیں۔

سود کا نعم البدل یہ ہے کہ کاروبار شرکت کی بنیاد پر ہو جس میں دونوں فریق نفع و نقصان میں شریک ہوں۔ شرکت کی بنیاد پر مالیات کی فراہمی سے حقیقی معیشت کا نشوونما ہوتا ہے جب کہ سودی مالیات سے زر کی بنیاد پر زر کا پھیلاؤ ہوتا ہے جو افراط زر، معاشی بحران

اور عدم استحکام کا سبب بنتا ہے۔ شراکت اور حصہ داری پر مبنی معاشی سرگرمیوں سے پیداوار میں اضافہ، معیشت میں استحکام، کارکردگی میں تیزی، معاشی ترقی، اور عدل وانصاف کے فروغ میں مدد ملتی ہے[۳۴]۔ لہٰذا اس کو رواج دینے کی ضرورت ہے۔

و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین۔

حواشی ومراجع

1- http://www.henciclopedia.org.uy/autores/Lagadelmu ndo /Usury.htm

۲- اس موضوع پر تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو راقم کا مضمون: ''کیا آیت ربا قرآن کی سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت ہے؟ مجلہ علوم القرآن جلد ۲۹ شمارہ ا، جنوری-جون ۲۰۱۴ء، ص ۴۶-۲۷۔

۳- ابن القیم، اعلام الموقعین، مکتبۃ السعادۃ، القاہرۃ، ۱۳۵/۲

۴- علامہ ابن القیم نے اپنی کتاب میں یہ واضح کیا ہے کہ کس طرح ہر سود کی طبیعت میں یہ داخل ہے کہ وہ بڑھتا چڑھتا ''اضعافاً مضاعفۃ'' ہوتا رہے۔

۵- احمد بن علی بن حجر العسقلانی، فتح الباری شرح بخاری، دار المعرفہ، بیروت، ۱۳۷۹ھ، ۳۱۳/۴-۳۱۵

۶- ابن تیمیہ، مجموع فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ، مطبع الریاض، ۱۹۸۳ء، ۲۲/۴

۷- مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۴۱۹/۲۹-۴۵۵

۸- فضل الرحمٰن، تجارتی سود، تاریخی وفقہی نقطۂ نظر سے، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، ۱۹۶۷ء، ص ۸-۳۰

۹- عبدالحمید الفراہی، تعلیقات فی تفسیر القرآن الکریم، الدائرہ الحمیدیہ، سرائے میر ۲۰۱۰ء، ۸۵/۱

۱۰- امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۹۸۵ء، ۱/ ۶۳۸ - ۶۳۹
۱۱- فخر الدین رازی، التفسیر الکبیر، المطبعۃ البہیۃ، القاہرہ، ۱۹۳۸، ۵/ ۹۱
۱۲- فخر الدین رازی، التفسیر الکبیر، ۵/ ۹۲
۱۳- کتاب مقدس یعنی پرانا اور نیا عہد نامہ، بائبل سوسائٹی ہند، بنگلور، ۱۹۲۵ء، ص ۱۱۹
۱۴- کتاب مقدس یعنی پرانا اور نیا عہد نامہ، محولہ بالا، ص ۷۵
۱۵- کتاب مقدس یعنی پرانا اور نیا عہد نامہ، ص ۱۸۸
۱۶- کتاب مقدس یعنی پرانا اور نیا عہد نامہ، ۵۳۵
۱۷- کتاب مقدس یعنی پرانا اور نیا عہد نامہ، ۷۹۶
۱۸- سلیم البستانی، دائرۃ المعارف، مطبعۃ المعارف، بیروت، ۱۸۸۴ء، ۸/ ۵۱۳
۱۹- عہد نامہ جدید ص ۵۸

۲۰- A. Birnie, *The History and Ethics of Interest*, Hodge & Co. London, 1952, cited in http://www. lariba. com/ knowledge-center/riba-history.htm

۲۱- George O'brien, *An Essay on Medieval Economic Teachings*, Longman, London(1920), P.175

۲۲- *Church of Scotland Report of Special Commission on the Ethics of Investment and Banking*, 1988, cited in: http:// www. lariba.com/k nowledge-center/riba-history. htm

۲۳- L.C. Jain, *Indigenous Banking in India*, MacMillian & Co. London, 1929, pp.3-10.

۲۴- Ibid.

۲۵- Birnie, *The History and Ethics of Interest*, op. cit., P.195.

۲۶- Joseph Alois Schumpeter, *History of Economic Analysis*, Routledge, London, 1997, P. 65.

۲۷- یہ بات قابل افسوس ہے کہ بعض مسلم شخصیات نے عام ڈھرّے کی پیروی کرتے ہوئے یوژری اور انٹرسٹ میں فرق کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور اول الذکر کو ربا قرار دیا ہے اور موٴخر الذکر کے لیے فائدہ کی اصطلاح استعمال کی ہے حالاں کہ اسلام میں اس طرح کی کوئی تفریق ہوتی تو قرآن وحدیث میں اس کو ضرور واضح کر دیا گیا ہوتا۔ اب جب کہ انٹرسٹ کی خرابیاں واضح ہوتی جارہی ہیں یہود ونصاریٰ کی پیروی میں یوژری اور انٹرسٹ میں فرق کرتے ہوئے پہلے کو ناجائز اور دوسرے کو جائز قرار دینا حذو النعل بالنعل والی پیشین گوئی کی ایک اور تصدیق معلوم ہوتی ہے۔

۲۸- M. Kennedy, *Interest and Inflation Free Money*, Seva International, Okemos, 1995 (cited in: http://www.lariba.com/knowledge-center/riba-history.htm)

۲۹- Adam Smith, *An Inquiry into the Nature and Causes of the Wealth of Nations*, The Modern Library, New York, 1937, p. 339.

۳۰- Keynes, J.M. *A General Theory of Employment, Interest and Money*, MacMillan & Co. London, 1936, pp. 351-353.

۳۱- Gesell, Die Naturliche Wirtschaftsordnung. Rudolf Zitzmann Verlag, Nuremberg, 1904 (cited in: http://www.lariba.com/knowledge-center/riba-history.htm)

۳۲- S.A. Ahmad, *Economics of Islam (A Comparative Study)*, Sh. Muhammad Ashraf, Lahore, 1958, P. 36.

۳۳- M. N. Siddiqi, *Rationale of Islamic Banking*, International Center for Research in Islamic Economics, KAU, Jeddah, 1981.

۳۴- Mohammad Nejatullah Siddiqi, *"Current Financial Crisis And Islamic Economics"* in: *Issues in the*

International Financial Crisis from an Islamic Perspective, Prepared by: Group of Researchers, Islamic Economic Research Center, King Abdulaziz University, Jeddah, 2009, pp.6-7; Mohammad Fahim Khan, *"World Financial Crisis: Lesson form Islamic Economics"* in: *Issues in the International Financial Crisis from an Islamic Perspective*, op.cit., 2009, p. 21